مزارعت اور ربا

فضلِ غنی

جون ۱۹۷۵ء کے 'فکر و نظر' میں "مزارعت اور ربا" پر ایک مضمون جناب محمد یوسف گورایہ صاحب کا شائع ہوا ہے۔ جس میں فاضل مضمون نگار نے متعدد احادیث کے حوالے سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو بٹائی یا لگان پر دینے سے منع فرمایا ہے۔ گورایہ صاحب نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ زمین کے ذرائع پیداوار کا صرف اسی حد تک تصرف جائز ہے جس حد تک ان سے خود اپنی محنت سے کمائی کی جا سکے۔ اس مضمون سے یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ خود کاشت سے زائد زمین کو بٹائی یا شراکت پر کاشت کے لئے کسی دوسرے کو دینا از روئے اسلام مکمل طور پر منع ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ مسلک اسلام کے جملہ قوانین، متعدد احادیث اور فتاویٰ اور اب تک جو معمول بہ رواج چلا آ رہا ہے اس کے پیشِ نظر صحیح نہیں ہے۔ جن احادیث اور فتاویٰ کا حوالہ مضمون میں دیا گیا ہے ان کی رو سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف مزارعت کی ان شکلوں سے منع فرمایا ہے جن میں باہمی نزاع اور حق تلفی کا اندیشہ ہو۔ اس قسم کی بعض صورتیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں جن سے اصل حالات کا اندازہ ہو سکے گا۔

۱۔ مالکان زمین معاملہ طے کرتے وقت زمین کے کسی حصہ کی پیداوار متعین کر دیا کرتے تھے کہ اس حصہ میں جو پیدا ہوگا وہ صاحبِ زمین کو ملے گا اور بقیہ حصہ کی پیداوار کاشت کار کو ملے گی۔ اگر اس مقررہ حصہ میں اتفاقاً پیداوار کم ہوتی یا کسی وجہ سے بالکل نہ ہوتی تو نوبت باہمی نزاع اور جدال و قتال تک پہنچ جاتی۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ کاشت کار کے حصہ پر صاحبِ زمین زبردستی قبضہ کر لیا کرتا تھا۔

۲۔ کبھی کبھی پیداوار کا کچھ حصہ مستثنیٰ کر کے بقیہ پر معاملہ کیا جاتا تھا۔ مثلاً یہ کہ جو کچھ پیدا ہوگا

اس میں سے دومن غلہ نکال کر بقیہ پیداوار میں صاحبِ زمین اور کاشت کار دونوں شریک ہوں گے۔ اس صورت میں کاشت کار کی حق تلفی ہوتی تھی۔

۳۔ کبھی کبھی دو فریق اس شرط پر معاملہ کرتے تھے کہ نہر اور نالیوں والی زمین کی پیداوار صاحبِ زمین کی ہوگی اور بقیہ کاشت کار کی ہوگی۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ جس جگہ سے پانی ہو کر گزرتا، اس جگہ کی پیداوار دوسری جگہ کے مقابلہ میں زیادہ اچھی ہوتی۔ اس صورت میں کاشت کار کی حق تلفی ہوتی۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ اس جگہ کی پیداوار زیادہ پانی کی وجہ سے گل سڑ جاتی اور اس صورت میں صاحبِ زمین کی حق تلفی ہوتی۔

قابل غور بات یہ ہے کہ اِن تینوں صورتوں کی روایت کرنے والے وہ حضرات بھی ہیں جن کی روایتیں مزارعت سے ممانعت کے باب میں آتی ہیں۔ جیسا کہ بخاری میں رافع بن خدیج سے یہ منقول ہے:

"ہم لوگ اہل مدینہ زیادہ کھیتی باڑی کرنے والے تھے اور اس شرط پر زمین کو کرایہ پر دیتے تھے کہ کھیت کے اِس حصہ کی پیداوار ایک کی ہوگی اور اُس حصہ کی دوسرے کی۔ بسا اوقات ایک حصہ میں فصل ہوتی تھی اور دوسرے میں نہیں ہوتی تھی۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اِس سے منع کر دیا" (بخاری کتاب المزارعۃ)

اس کے علاوہ اور کئی صحابہ مثلاً زید بن ثابتؓ، سعد بن وقاصؓ، ابن عباسؓ وغیرہ کی روایتیں مذکورہ بالا تین وجوہ کی تائید کرتی ہیں۔ محقق ابن جوزی نے بھی مزارعت کی بحث کے سلسلہ میں مذکورہ بالا وجوہات کو بیان کیا ہے۔ (نصب الرایہ جلد چہارم صفحہ ۱۸۱)

ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس کا یہ قول منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ممانعت سے مقصد محض احسان کی طرف رغبت دلانا تھا۔ اس کی مزید تشریح اس مضمون میں مناسب نہیں ہے۔ اب بحث جائز صورتوں پر کی جاتی ہے۔

مزارعت کی جائز اور دوسری صورت (یعنی مندرجہ بالا کے علاوہ) ابتداء باہمی کی تھی یعنی صاحبِ زمین جب کسی معقول وجہ سے کاشت نہ کر سکتا تو وہ کسی سے بٹائی پر معاملہ کر لیتا تھا جیسا کہ ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، سعد بن مالکؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، معاذؓ، حسنؓ، عمر بن عبدالعزیزؒ، عروہ بن زبیرؓ

قاسم، آل ابوبکر، ابن سیرین، عبدالرحمٰن بن یزید وغیرہ سے زمین بٹائی پر دینا ثابت ہے۔ (بخاری و کتاب الخراج لیحییٰ و شرح معانی الآثار)

مدینہ میں مہاجرین کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جو تہائی اور چوتھائی پر کاشت نہ کراتا ہو۔ امداد باہمی کی یہ شکل زمانہ خلافت میں ایسی نہ تھی کہ صاحبِ زمین اور کاشت کار دونوں میں سے کسی کی حق تلفی کا سوال پیدا ہوتا یا کاشت کاروں کے ساتھ ظلم و زیادتی کا اندیشہ کیا جاتا کیوں کہ نظام اسلامی میں جس قسم کی مزارعت کی اجازت تھی اس کی حیثیت بالکل شراکت جیسی تھی جس طرح دو شریک اور دو معاملہ دار کسی کام کے سلسلہ میں شریک ہوتے ہیں اور دونوں کو مساوی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ بعینہٖ یہی شکل صاحبِ زمین اور کاشت کاروں کی مزارعت میں ہوتی تھی۔ اسی لئے تمام وہ صورتیں ناجائز قرار دی گئی تھیں جن میں کسی کی حق تلفی ہو یا باہمی رنجش کا اندیشہ ہو یا دونوں میں سے کسی کو دوسرے پر کسی حیثیت سے معاملے میں فوقیت اور برتری حاصل ہو۔ صاحبِ زمین کو اس بات کی نگرانی کا حق ضرور پہنچتا ہے کہ کاشت کار بٹائی سے پہلے مشترک غلے میں بے جا تصرف نہ کرے اور مزارع کی حیثیت سے اپنے فرائض بھی ٹھیک ٹھیک ادا کرتا ہے لیکن اس نگرانی کو اس حد تک نہ بڑھانا چاہیئے کہ مزارع کی حیثیت بالکل ملازم یا مزدور کی ہو کر رہ جائے اور صاحبِ زمین کا نگران عملہ تحکمانہ ان سے کام لینے لگے۔ اصولاً ایک مزارع صاحبِ زمین کا ملازم یا مزدور نہیں بلکہ ایک شریک کار کی حیثیت رکھتا ہے اور یہی سمجھ کر اس سے معاملہ کرنا چاہیئے۔ ممانعت کی احادیث سے ایک اصول یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ کاشت کار اور صاحبِ زمین کا تعلق کاروبار میں شرکاء کا ہوتا ہے آقا اور غلام کا نہیں۔ ہمارے ملک یا کسی اور ملک میں آج جو بھی فساد ہوتا ہے وہ کاشت کار اور صاحبِ زمین کو شرکاء کار نہ سمجھنے ہی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اسلام یہاں بھی اپنی دیگر تعلیمات کی طرح انصاف، احسان اور بھائی چارے ہی کا سبق دیتا ہے۔

مزارعت کے بارے میں قاضی ابو یوسف کا یہ قول ہے کہ مزارعت ان ہی شرطوں کے ساتھ جائز ہے جو آثار سے ثابت ہیں اور یہ شرطیں کسی جانب سے زیادتی یا حق تلفی کی اجازت نہیں دیتی ہیں۔ مشہور یہ ہے کہ مزارعت کو امام ابوحنیفہ ناجائز کہتے تھے اور ان کے شاگرد امام ابو یوسف اور امام محمد جواز کا فتویٰ دیتے تھے لیکن اصل بات یہ ہے کہ امام صاحب سے اجازت اور ممانعت کے بارے میں جو کچھ

بیان کیا جاتا ہے اس پر غائر نظر ڈالنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ امام موصوف نے اس سلسلہ میں بالکل وہی رویہ اختیار کیا تھا جو خلافت کے زمانے میں تھا۔ یعنی انھوں نے لوگوں کو اس لئے منع کیا تھا کہ اس سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر کاشت کاروں کی محنت کا پھل کھانے والا طبقہ پیدا نہ ہو اور صاحب زمین اپنی زمین دوسروں کو مفت دے کر عزیمت کا درجہ حاصل کریں۔ اجازت اس لئے دی تھی کہ جہاں فساد کا اندیشہ نہ ہو وہاں امداد باہمی کی صورت پیدا کی جائے۔ اور اس کی افادیت سے کوئی متوازن سوسائٹی انکار نہیں کر سکتی جیسا کہ یہ عبارت اسی حقیقت کی طرف رہنمائی کرتی ہے: "ابو حنیفہ نے مزارعت کو ناپسند کیا تھا لیکن سختی کے ساتھ منع نہیں کیا تھا۔" (حاوی القدسی از فیض الباری۔ جلد ۳۔ صفحہ ۲۲۵)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تحقیق بھی مزارعت کے جواز میں ہے۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب 'البدور البازغۃ' میں فرماتے ہیں کہ لوگوں میں خلقی طور پر مساوات نہیں ہے۔ ان کی طبیعتوں میں اختلاف ہے۔ صلاحیتوں اور استعدادوں میں فرق ہے۔ اس لئے صالح سوسائٹی کے قیام کے لئے افراد میں باہمی تعاون اور غم خواری کا جذبہ پیدا ہونا ضروری ہے کیونکہ ہر شخص اپنی ضرورتوں کے رفع کرنے کے لئے دوسرے کا محتاج ہوتا ہے۔ بسا اوقات ایک شئے کسی کے پاس موجود ہوتی ہے لیکن اسے کار آمد بنانے کے لئے دوسرے شخص کی ضرورت پڑتی ہے مثلاً زمین کسی کے پاس ہو لیکن جوتنے اور بونے کا سامان اور اہلیت اُس کے پاس نہ ہو اور وہ بٹائی پر دوسرے کو مزارعت کے لئے اپنی زمین دے۔ ایسی صورت فتاویٰ عالمگیری جلد ۴ صفحہ ۵۹ پر بھی درج ہے۔ اور اس بارے میں فقہ کی تفصیل درج ذیل ہے:

"مزارعت میں اجارہ اور شرکت دونوں پائے جاتے ہیں جس وقت معاملہ کیا جاتا ہے اِس کی حیثیت اجارہ کی ہوتی ہے اور بعد میں اِس کی حیثیت شرکت کی ہو جاتی ہے۔ حقیقت میں مزارعت ایک قسم کا معاہدہ ہوتا ہے۔ اگر اس میں جذبہ نیک ہو اور زمین و محنت کے پیشِ نظر ہر ایک کو اپنا حق پانے کی توقع ہو تو یہ باہمی تعاون، ہمدردی و غم خواری کی بہترین شکل ہے۔ اور اگر یہ صورت نہ پائی جائے بلکہ کاشت کار کی مجبوری و بے بسی صاحبِ زمین کے لئے دولت جمع کرنے کا سبب بنے یا دونوں میں سے کسی جانب سے بددیانتی اور خیانت کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں اسلام مزارعت کی اجازت نہیں دے سکتا۔" (عالمگیری۔ صفحہ ۸۷)

گذشتہ سطور سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ زمین کے جس حصے کو خود کاشت نہ کر سکو وہ اپنے

محتاج بھائی کو مفت دے دو۔ تاکہ وہ اس میں محنت کر کے اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالے۔ ایسی ہی تاکید زائد از ضرورت سرمائے کے متعلق بھی ہے۔ زائد سرمائے اور زمین کو اپنے ضرورت مند بھائی کو مفت دے دینا پسند تو ضرور کیا گیا ہے لیکن فرض نہیں کیا گیا ہے۔ زائد سرمائے کو کسی دوسرے کو استعمال کرنے کے لئے حصہ داری اور شراکت پر دینا منع نہیں ہے بلکہ اس کی کھلی اجازت ہے۔ اسی طرح زمین بھی کسی کو شراکت پر دینا منع نہیں ہے۔ نیز اسلامی نظام میں ملکیت کے حقوق صرف توانا و تندرست مردوں تک ہی محدود نہیں ہیں بلکہ غریبوں، عورتوں، بچوں، بیماروں اور بوڑھوں کو بھی یہ حقوق پہنچتے ہیں۔ اگر مزارعت ممنوع ہو تو اِن سب کے لئے زرعی ملکیت بالکل بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے۔

رہنمائے حج

فکر و نظر کا خصوصی شمارہ

موسم حج کی آمد آمد ہے۔ ہمارے ہاں لوگ حج تو کرتے ہیں مگر بیشتر حج کے تقاضوں کو نہیں جانتے۔ حجاج کو روانگی سے پہلے حج کی اہمیت، اس کے تاریخی پس منظر اور جملہ شعائر اور آدابِ حج سے کماحقہٗ واقف ہونا چاہیئے۔ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ حج کیا ہے۔ حج کیوں کیا جاتا ہے اور حج کرنے کا مسنون طریقہ کیا ہے۔ اس مقصد کے لئے ادارہ تحقیقات اسلامی نے ستمبر ۱۹۷۵ء میں حج کے متعلق اپنے اُردو مجلّہ ماہنامہ 'فکر و نظر' کا ایک خصوصی شمارہ شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ حج کے مختلف پہلوؤں پر کارآمد مضامین کے علاوہ، سعودی حکومت کی حج اصلاحات۔ عازمینِ حج کے لئے حجاز میں حکومتِ پاکستان کے انتظامات کی تفصیلات ملاحظہ فرمایئے۔

عازمینِ حج کے لئے نادر تحفہ۔ ○ پہلے ہی اپنا پرچہ محفوظ کرا لیجئے۔

(سرکولیشن مینجر)